KitaabPoint.blogspot.com

''بڑی بھابی' اسی میں دن گزرتے چلے جارہے ہیں۔ آخر مجھے واپس بھی تو جانا ہے۔''

''ہاں ہاں ٹھیک ہے۔ تم ادھر سے جلدی نبٹ ہی لوتو اچھا ہے۔'' چھوٹے میاں نے قصے کو مختصر کیا۔

''ہاں ٹھیک ہے۔ بڑی بھابی نے بھی بلاخر مان لیا۔ ''چھوٹی پھوپھو تمہیں دیکھ کر خوش ہوجاویں گی۔ بیچاری چھوٹی پھوپھو۔ مجھ سے تو ان کی پریشانی دیکھی نہیں جاتی۔''

''کیوں' کیا ہوا۔''

''ارے بھیا ہونا کیا تھا۔ اب وہ حیدرآبادوالی بات تو نہیں رہی۔''

''وہ تو اب کسی کی بھی نہیں رہی۔'' چھوٹے میاں نے کہا۔

''پھوپھا جان بھی اب بہت بدل گئے ہیں۔''

''یہ کیوں نہیں کہتیں کہ سنک گئے ہیں۔''

''اجی تمہارا حال تو یہ ہے کہ جو اللہ رسول کا زیادہ نام لیوے اسے کہہ دیتے ہو کہ سنک گیا ہے۔''

''خیر جواد میاں خود ہی دیکھ لیں گے۔''

اکہ کتنے پھیر کھا کر اورنگ آباد کی انگلی ایسی پتلی گلی میں داخل ہوا جہاں دونوں طرف کھلی موری میں گدلا پانی بہہ رہا تھا۔ خستہ حال کچے پکے مکان' دروازوں پر پڑے ہوئے ٹاٹ کے پردے۔ ایک گلی سے مڑ کر دوسری گلی میں۔ دوسری گلی سے مڑ کر تیسری گلی میں۔ اور میں حیران کہ اچھا یہ اورنگ آباد ہے۔ مگر ان گلیوں میں داخل ہونے سے پہلے تو نقشہ کچھ اور تھا' فضا کچھ اور تھی۔ کتنا خوبصورت شہر نظر آرہا تھا۔ ان گلیوں میں آکر اورنگ آباد کو کیا ہوگیا۔

اکہ ڈولتا ڈولتا ایک ایسے ہی ٹاٹ پڑے دروازے پہ جا کر رک گیا۔

''لو جی' یہ ہے وہ گھر۔''

''یہ گھر؟'' میں نے پریشان ہوکر اس خستہ حال دروازے کو دیکھا ''نہیں' تم غلط لے آئے ہو۔ یہ تو وہ گھر نظر نہیں آتا۔''

''آپ نے جو پتہ بتایا تھا اسی حساب سے لایا ہوں۔''

میں ڈانواڈول تھا۔ مجھے بالکل یقین نہیں آرہا تھا کہ ہمارے خالو جان' یعنی وہ ترکی ٹوپی' حیدرآبادی اچکن اور بوگلے پمپ والے

KitaabPoint.blogspot.com

خالو جان اس گلی کے اس مکان میں رہتے ہوں گے۔ مگر اکے والے نے پھرتی دکھائی۔ اکے سے کود کر دروازے پہ پہنچا چابک سے اسے کھٹکھٹایا۔ پھر پکار کر کہا "سید صاحب' تمہارے مہمان آئے ہیں۔ پاکستان سے۔" جلد ہی دروازہ کھلا اور سفید لمبی ریش والے ایک بزرگ برآمد ہوئے۔ میں حیران کہ یہ کون بزرگ ہیں مگر پھر میں نے سوچا کہ وہ شاید خالو جان کو جانتے ہوں گے۔ پتہ تو بتا ہی دیں گے۔ میں کچھ کہنے لگا تھا کہ انہوں نے مجھے غور سے دیکھتے دیکھتے پہچانا۔ "ارے تم جواد ہو' آؤ آؤ۔" اور کھینچ کر اندر لے گئے "شکور کی ماں' کہاں ہو' دیکھو کون آیا ہے؟"

چھوٹی پھوپھو سوکھی چرخ' کمر دہری جیسے کمان ہو' سر سارا سفید' میں حیران کہ اچھا چھوٹی پھوپھو اب ایسی ہو گئیں۔ مجھے غور سے دیکھا جیسے پہچاننے کی کوشش کر رہی ہوں۔ "ائے ہے یہ تو اپنا من ہے۔" یہ کہتے کہتے بے ساختہ مجھے لپٹا لیا اور رونا شروع کر دیا۔ "بیٹے پاکستان میں جا کے ایسے بیٹھے کہ سب ہی کو بھلا دیا۔" بس اسی رو میں بولتی چلی گئیں "ارے یہ پتہ تھوڑا ہی تھا کہ ہمارے جگر کے ٹکڑے ایسے الگ ہوں گے کہ ہم ان کی صورتوں کی ترس جاویں گے۔ اے بیٹا میں یہ پوچھوں ہوں کہ پاکستان کے پانی میں کیا ملا ہوا ہے کہ واں جا کے خون سفید ہو جاوے ہیں۔ مگر ہم اپنے دلوں کو کیا کریں۔ پاکستان میں چودھویں صدی آ گئی۔ ہم بخت مارے وہیں کے وہیں ہیں۔"

جب چھٹے ہوؤں کو رو چکیں تو پھر چھوٹی پھوپھو نے اپنا حال سنانا شروع کیا "بیٹے حیدر آباد کی تباہی نے ہمیں تباہ کر دیا۔ اور تمہارے خالو کا تو دماغ ہی چل بچل ہو گیا۔ دیتا کے قصوں سے بے نیاز ہو گئے۔ ہر وقت اللہ رسول کی باتیں۔ پھر گھر کیسے چلے۔ اور یہ تمہارا شکور۔ وہ پڑھ لکھ جاوے تو شاید ہمارے دلدر دور ہو جاؤیں۔ مگر اس کے تو لچھن ہی اور ہیں۔"

"میں نے پہلے ہی کہا تھا۔" خالو جان نے بھی بلا خر زبان کھولی۔ "کہ اسے کالج میں داخل مت کراؤ۔ وہاں تو ہندو گردی مچی ہوئی ہے۔ یہ بھی ویسا ہی ہو جائے گا۔ سو وہی ہوا۔ پتہ ہے پچھلے ہفتے کیا ہوا۔ پاکستانی ٹیم جیتی تو ہمارے پڑوسی ہیں مرزا عزت بیگ۔ گلی کے لونڈے ان کے پیچھے پڑ گئے۔ انہوں نے ان کے کہے پہ لڈو خرید کے ایک ایک لڈو سے ان کا منہ بند کیا۔ صاحبزادے کو یاد تو کیا فرماتے ہیں کہ مرزا صاحب یہ لڈو پاکستان میں جا کے بانٹئے۔ ہمیں کیوں دے رہے ہیں۔ مرزا صاحب نے مجھ سے شکایت کی تو جواد میاں سچ جاننا میرا سر شرم سے جھک گیا۔"

"بھائی جان' آپ بتایئے میں نے کچھ غلط کیا۔ غیر قوم کی ٹیم جیتی ہے۔ میں کیوں لڈو کھاؤں۔"

"ارے کمبخت۔" چھوٹی پھوپھو بولیں "یہ تیرا بھیا یاں آیا بیٹھا ہے۔ یہ آج غیر قوم ہو گیا۔ تم ایک خاندان کے پوت ہو۔"

KitaabPoint.blogspot.com

''اس سے کیا ہوتا ہے' تو میں تو دو ہیں۔''

''سن رہے ہو جواد میاں۔'' خالو جان نے زچ ہو کر مجھ سے اپیل کی۔ ''اب تم اس سر پھرے کی منطق کا جواب دو۔''

میں کیا جواب دیتا۔ شکور نے تو خود مجھے چکرا دیا تھا۔ اس پہلو سے تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا۔

''جواد میاں' کیا پوچھتے ہو یہاں کے حالات' زمانہ ایسا بدلا ہے کہ ہماری اولادیں بھی ہم سے فرنٹ ہو گئیں۔ بیٹے سمجھتے ہیں کہ جو ان کے باپوں نے سوچا اور کیا وہ غلط تھا۔ وہ جو سوچتے ہیں اور کرتے ہیں وہ صحیح ہے۔'' پھر چھوٹی پھوپھو سے مخاطب ہوئے ''شکور کی ماں' اپنے بیٹے کو اب صبر کر لو۔ مذہب سے کیا لاتعلق ہوا کہ ہمارے ہاتھ سے ہی نکل گیا۔ کافر ہو گیا کافر۔''

''ہاں۔'' چھوٹی پھوپھو نے اداسی سے کہا ''ہم نے تو پوت اور شوہر دونوں ہی کو صبر کر لیا۔ ایک بے دین ہو گیا۔ دوسرا دین میں جا کے گم ہو گیا۔''

چھوٹی پھوپھو یہ کہہ کر چپ ہو گئیں۔ پھر جب دوبارہ زبان کھولی تو مضمون بدلا ہوا تھا۔ اب وہ میرا حال احوال پوچھ رہی تھیں۔ پھر کہنے لگیں کہ ''دلہن کا خط آیا تھا۔ تمہارا سارا حال اس نے مجھے لکھا تھا۔ اپنی تجویز کا بھی ذکر کیا۔ بیٹے' اس نے تمہیں جو سمجھایا ہے صحیح سمجھایا ہے۔ کب تک اجڑے رہو گے۔ یہ سمجھ لو کہ بڑھاپا آیا کھڑا ہے' ادھر بھی اور ادھر بھی۔ یہ وقت بھی نکل گیا تو پھر پچھتاوا ہی ہے۔ تو گھر آباد کر لو۔ عمر گزرتے دیر نہیں لگتی ہے۔''

چھوٹی پھوپھو کہتی رہیں۔ میں سنتا رہا۔ یہ ان کا مضمون تھا۔ باقی پھوپھا جان کا تو مضمون جو شروع میں تھا وہی آخر وقت تک چلتا رہا۔ ''جواد میاں' سلطنت تو جانی ہی تھی۔ فقیر نے حضرت آصف جاہ اول کو جو دعا دی تھی وہ بس اسی پشت تک کے لئے تھی۔ تو حضور نظام پر آ کر وہ دعا ختم ہو گئی۔ لیکن اگر ہم دین سے منحرف نہ ہوتے تو یہ حال تو نہ ہوتا۔ میاں' میں تمہیں ایک پمفلٹ دوں گا۔ سب پاکستان والوں کو پڑھوا دینا۔ میں نے اس میں صاف صاف لکھ دیا ہے کہ مسلمانوں نے جب دین سے انحراف کیا تو ان پر کیسا زوال آیا۔''

میں نے پھوپھا جان کی ساری باتیں جو ایک قسط وار وعظ کی حیثیت رکھتی تھیں سعادت مندی سے سنیں۔ بیٹے کی طرف سے مایوس ہو کر اب انہوں نے مجھے مرکز توجہ بنایا تھا۔ اور ان چند دنوں میں انہیں مجھ پر کتنا اعتبار ہو گیا تھا۔ آخری دن اچانک وہ اعتبار اٹھ گیا۔ شکور سے پہلے ہی پروگرام طے ہو گیا تھا۔ پھوپھا جان کو میں نے صبح کو بتایا۔ وہ وہاں میرے قیام کا آخری دن تھا۔

''آج میں ذرا ایلورا کا ایک پھیرا لگا آؤں۔''

KitaabPoint.blogspot.com

''ایلورا۔'' پھوپھا جان تو سکتہ میں آ گئے ''تم اپنی پھوپھی سے ملنے آئے تھے یا بتوں کے درشن کرنے آئے تھے۔''

''سوچا کہ یہاں آیا ہوں تو ایلورا کو بھی دیکھتا چلوں۔''

پھوپھا جان چپ ہو گئے۔ پھر بولے ''بت خانہ تو ماشاءاللہ تمہارے پاکستان میں بھی موجود ہے۔ سنا ہے کہ اسلام آباد ہی کی بغل میں کفرستان بھی ہے۔ کوئی ٹیکسلا نام کی بستی ہے جہاں کہتے ہیں کہ کوئی قدیمی بت خانہ ہے۔ اور بت وہاں جس طرح پاکستان سے پہلے آراستہ تھے ویسے آج بھی آراستہ ہیں۔'' پھوپھا جان نے ایک لمبا ٹھنڈا سانس بھرا ''فاعتبروا یا اولی الابصار۔ پاکستان والوں کے یہی اعمال تو ہیں جن کی اب انہیں سزا مل رہی ہے۔''

پھوپھا جان یہ دیکھ کر بہت مایوس ہوئے کہ ان کے اس وعظ کا مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ شکور کو میرے ساتھ چلنے کے لئے تیار دیکھا تو ان کا ماتھا ٹھنکا۔ ''اچھا صاحبزادے نے تمہیں گمراہ کیا ہے۔ کمبخت خود دین سے بے بہرہ ہے۔ دوسروں کو بھی ورغلاتا ہے۔''

جب میں چلنے لگا تو بولے ''تم مہمان ہو۔ اتنے دن بعد آئے ہو۔ ہم تمہیں کیا کہیں۔ بتوں کو دیکھنے پر مصر ہو تو جاؤ اللہ تمہارے اس گناہ کبیرہ کو معاف کرے۔ خیر جا ہی رہے ہو تو تو ایک بات کا دھیان رکھنا۔ راستہ میں حضرت عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کا مزار پرانوار آئے گا۔ خدا توفیق دے تو وہاں قدرے توقف کر کے فاتحہ پڑھ لینا۔''

واپس آنے کے بعد کچھ دنوں تک میں اسی سحر میں رہا۔ لگتا تھا کہ ابھی وہیں ہوں۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے نا کہ خواب دیکھتے دیکھتے اچانک آپ کی آنکھ کھل گئی۔ آنکھ تو کھل گئی' مگر ذہن ابھی تک اسی خواب کی فضا میں بھٹک رہا ہے۔ تو آپ آنکھیں موندے پڑے ہیں۔ اور سمجھ رہے ہیں کہ ہنوز خواب میں ہیں۔ بس کچھ ایسی ہی کیفیت تھی۔ اب تک میں اسی رو میں چل رہا تھا۔ اسی رو میں مجو بھائی کے سامنے بہت کچھ بنکا رہ بیٹھا۔ بعد میں مجھے احساس ہوا کہ یہ تنک ظرفی تھی۔ لیکن میں کرتا بھی کیا۔ اس خوشبو کو کتنے دن اندر سنبھال کر رکھ سکتا تھا۔ ایسی صورتوں میں ظرف بالعموم چھوٹا رہ جاتا ہے۔ کسی نہ کسی وقت کسی نہ کسی کے سامنے آدمی ضرور کھلتا ہے۔ اور مجھے مجو بھائی ہی کے سامنے کھلنا تھا۔ انہوں نے بھی شاید کچھ بھانپ لیا تھا۔ آخر دیکھ نہیں رہے تھے کہ میں اپنی کیفیت میں مگن ہوں اور ارد گرد کو خاطر میں نہیں لا رہا۔ انہوں نے ٹوہا اور میں کھلتا چلا گیا۔ پتہ نہیں کیا کیا کہہ ڈالا۔ ہوش اس وقت آیا جب انہوں نے مجھے تیکھی نظروں سے دیکھا۔ ''اچھا۔ اور پھر تم بھاگ کھڑے ہوئے۔''

کچھ اس طریقہ سے کچھ ملامتی کچھ طنزیہ لہجہ میں یہ فقرہ کہا کہ میں بغلیں جھانکنے لگا۔ ''ہاں بس پھر میں اکھڑ گیا۔''

KitaabPoint.blogspot.com

''گویا جب جمنے کا وقت آیا تو تم اکھڑ لئے۔''

اس فقرے پر میں اور سٹپٹایا۔ ''پتہ نہیں اس وقت مجھے کیا ہوا۔ ویسے صورت ہی ایسی پیدا ہوگئی تھی۔ کہ مجھے اب اس گھر میں ٹکے رہنا دشوار نظر آ رہا تھا۔ سمجھ تو یہ رہا تھا کہ دنوں میں یہاں کیسا رچ بس گیا ہوں۔ اچانک یہ صورت پیدا ہوگئی۔ اورنگ آباد مجھے ویسے ہی جانا تھا۔ بس اس بہانے فوراً ہی نکل کھڑا ہوا''

''بندہ خدا' واپسی میں چند دن ٹھہر کے دیکھا ہوتا۔''

''ہمت نہیں پڑی۔''

مجو بھائی چپ رہے۔ پھر سوچتے ہوئے بولے ''یار یہ تم نے اچھا نہیں کیا۔''

''کیا اچھا نہیں کیا؟''

''تمہیں وہاں رکنا چاہئے تھا۔ اس وقت چلے گئے اچھا کیا۔ واپسی میں رکنا تھا۔''

''مجو بھائی' آپ میری پوزیشن کو سمجھنے کی کوشش نہیں کر رہے۔ رک کر کیا کرتا۔ اس نے تو بات ہی ختم کر دی تھی۔''

''خدا کے بندے' بات تو یہاں سے شروع ہوئی تھی۔''

''کیسی باتیں کرتے ہیں آپ مجو بھائی۔''

''اس وقت تمہیں احساس نہیں ہے۔ لیکن آگے چل کر تمہیں احساس ہوگا کہ تم نے کیا کیا ہے' اپنے ساتھ بھی اور اس کے ساتھ بھی۔ پھر یہ احساس تمہیں بہت ستائے گا۔''

مجو بھائی کی ملامت نے مجھے بے اطمینان کر دیا۔ ظاہر میں تو میں انہیں جھٹلا رہا تھا' ان کی ہر بات کو رد کر رہا تھا۔ لیکن اندر یہ خیال شدت پکڑتا جا رہا تھا کہ مجو بھائی صحیح کہہ رہے ہیں۔ بس اس خیال نے مجھے بے اطمینان کر دیا۔ میں اس ذکر کو اب زیادہ دیر جاری نہیں رکھ سکتا تھا۔

''اچھا چھوڑیں اس ذکر کو۔'' میں نے زچ ہو کر کہا ''کوئی اور بات کریں۔''

''مثلاً اندلس کی۔'' مجو بھائی نے طنزاً کہا اور پھر بولے ''ایک تو میں یہ بات دیکھ رہا ہوں کہ وہاں سے آ کر تم تاریخ پر بہت رواں ہو گئے ہو۔ کیا وہاں کوئی تاریخ کی کتاب تمہارے ہتھے چڑھ گئی تھی۔ اب صورت یہ ہے کہ میں تم سے پوچھتا ہوں معاملہ کی بات تم جواب میں ایران کی ہنکنے لگتے ہو۔ کبھی غرناطہ کی' کبھی قرطبہ کی۔ اچھا طریقہ نکالا ہے بات کو گول کرنے کا۔''

KitaabPoint.blogspot.com

''مجو بھائی' خدا کا خوف کرو۔ کیسی تاریخ میں تو اپنے وہاں کے درختوں کی بات کر رہا تھا۔ بیچ میں جانے کیسے کھجور کا پیڑ آ گیا۔ اور وہاں سے پتہ نہیں کیسے.....''

''کیسے کیا۔ زقند لگانے کے تو تم بادشاہ ہو۔''

یہاں بھی مجو بھائی شاید سچے تھے۔ کتنی باتیں میں بے خیالی میں کر رہا تھا۔ مجو بھائی تہہ میں جا کر کوئی نکتہ نکالتے اور اس طرح اس میں سے بات نکالتے کہ میں ان کا منہ دیکھتا رہ جاتا۔ پتہ نہیں وہاں سے واپسی کے بعد میں کس رو میں کن کن سمتوں میں بہنے لگا تھا۔ مجھے اپنی طرف سے تشویش پیدا ہو چلی تھی۔ یہ تو اچھے آثار نہیں ہیں۔ مجھے اپنی نگرانی کرنی چاہئے۔ ورنہ اچھا خاصہ مراقی بن کر رہ جاؤں گا۔ سوچا کہ اس مراق سے نکلنے کا ایک رستہ تو وہی ہے۔ جو مجو بھائی نے دکھایا تھا۔ اسی مخلوق میں جس سے انہوں نے متعارف کرا دیا ہے۔ پھر ملنا جلنا شروع کریں۔ واپسی کے بعد ابھی تک ان میں سے کسی سے ملاقات ہی نہیں ہوئی تھی نہ اس طرف طبیعت آئی تھی۔ مگر اب گویا یہ ملاقاتیں میری ضرورت بن گئی تھیں۔

''مجو بھائی' اس مجرم پر کب تک جرح کرو گے۔ کہیں چلنے کا ارادہ نہیں ہے۔''

''بولو کہاں چلیں۔''

''اپنے کربلائی صاحب کا کیا حال ہے۔ ادھر نہ چلیں۔''

''کربلائی صاحب'' مجو بھائی ہنسے ''تمہارے کربلائی صاحب تو کوچ کر گئے۔''

''کوچ کر گئے۔'' میں گھبرا گیا۔

''نہیں نہیں ویسے تو بقید حیات ہیں۔ میرا مطلب ہے کہ پاکستان سے ان کا دانہ پانی اٹھ گیا۔''

''لو مجھے تو آپ نے ڈرا ہی دیا تھا۔ اچھا تو کہاں گئے۔ کربلا شکار پور۔''

''کربلا نہ شکار پور۔ سیدھے امریکہ۔''

''امریکہ'' میں حق دق رہ گیا۔

یہاں سے مجھے احساس ہوا کہ میرے پیچھے کیا کچھ ہو چکا ہے۔ پھر جو میں نے ارد گرد نظر ڈالی تو میری حیرانی بڑھتی ہی چلی گئی۔ اچھا تو میرے پیچھے یہ کچھ ہو چکا ہے۔ ویسے تو نقشہ وہی تھا۔ مگر اس میں ابتری زیادہ آ گئی تھی۔ شہروں کا حال اکثر خراب ہوتے دیکھا گیا ہے۔ مگر خرابی بھی آتے آتے آتی ہے۔ ایک مدت کے بعد احساس ہوتا ہے کہ کیا کچھ ہو چکا ہے۔ یہاں اس کی تیز رفتاری نے

KitaabPoint.blogspot.com

مجھے خوفزدہ کیا۔ میں بھلا کونسا لمبی مدت کے لئے شہر سے نکلا تھا۔ چند دنوں میں اتنا کچھ ہو گیا۔ خیر ہاں وہ کربلائی صاحب والی بات۔

''مجو بھائی' یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ کربلا یا شکار پور؟..... ان کا مسئلہ تو یہ تھا۔''

''ان کا جو بھی مسئلہ ہو' فیصلہ تو سیدانی چچی اور ان کے بیٹے کو کرنا تھا۔ ماں بیٹے کے متحدہ محاذ کے سامنے کربلائی چچا کی کیا چلتی۔ بیٹا آیا۔ جھٹ پٹ ماں باپ اور بہن کے ویزے بنوائے' تینوں کو ہانک کر لے گیا۔

''بیچارے کربلائی صاحب۔'' میں اداس ہو گیا۔

''پیارے یہ ہوتی ہیں زندگی کی بوالعجبیاں۔''

''ہم خواب دیکھتے ہیں اور تعبیر کیا نکلتی ہے۔''

''اللہ میاں کی شان ہے' امریکہ کے خواب دیکھنے والوں کو شکار پور پہنچا دیتا ہے۔ شکار پوریوں کو امریکہ کی ہوا کھلاتا ہے۔'' مجو بھائی ہنسے پھر بات بدلتے ہوئے بولے ''خیر یہ تو ہوتا رہتا ہے۔ یاد آیا۔ آ قا حسن کا فون بھی آیا تھا۔ سوچیں گے کہ منہ چھپا رہا ہے۔ چلو ادھر چلتے ہیں۔''

''ہاں کہاں تک پہنچی مہم۔ میرٹھ اور لکھنو کا ٹانکا ملا۔''

''اماں کہاں ملا۔ اس میں کھنڈت پڑ گئی۔''

''وہ کیسے؟''

''ہوا یوں کہ توصیف نے دنگی میں سی ایس پی کا امتحان دے ڈالا تھا۔ اماں وہ تو سچ مچ کامیاب ہو گیا۔''

''چلو اچھا ہو۔''

''ویسے تو اچھا ہوا۔ مگر یہ کمبخت کامیابی اچھے بھلے ہوتے رشتہ کو لے بیٹھی۔ پوچھو کیسے۔ آ قا حسن اور ان کی بیگم صاحب کہاں تو ماش کے آٹے کی طرح اینٹھے جا رہے تھے۔ کہاں یہ خبر سنتے ہی موم ہو گئے۔ سید کا سوال بالائے طاق۔ رشتہ منظور' تقاضا کہ فوراً نکاح ہو جانا چاہئے۔ ادھر تمہارے میرٹھی لوگ ایک سے عرش میں جھولنے لگے۔ اب سادات لکھنو بھی انہیں اپنے سے کم مرتبہ نظر آتے ہیں۔ سو اب وہ اس رشتے سے رسہ تڑا رہے ہیں۔ اب جواد میاں ہماری پوزیشن پہ غور کرو۔ میرٹھ اور لکھنو کے بیچ دلے جا رہے ہیں۔''

''مجو بھائی' آپ کے ساتھ یہی ہونا تھا۔ منگنی بیاہ کے قضیوں میں پڑنے کی قیمت کبھی تو ادا کرنی ہی تھی۔''

''آ قا حسن کی بیگم صاحبہ نے تو مجھے گردن سے پکڑا ہوا ہے۔ بس پوچھو مت' لکھنو والی یوں کہاں انہیں بخشنے والی تھیں۔''

KitaabPoint.blogspot.com

مجو بھائی واقعی مشکل میں تھے۔ بھابھی بھابھی کہتے ان کی زبان سوکھ رہی تھی۔ مگر وہ لکھنو والی یوں کہاں انہیں بخشنے والی تھیں۔

''اے بھین مجو بھائی' ہم یہ پوچھیں ہیں کہ میرٹھ والوں نے ہمیں کیا ردوا کھدوا سمجھا ہے۔ پہلے تو ہماری بیٹا کا نام لیا اور ایسا لیا کہ ہماری دہلیز کی دھول لے گئے اور جب ہم نے مروت میں ہاں کر لی تو گونگے کا گڑ کھا کے بیٹھ گئے۔ ارے مروت ہی میں ہاں کیا تھا۔ ویسے ان کے بیٹے میں کونسے لعل ٹنکے ہیں۔ غیر سید کو تو ہم اپنی پنچھل بھی نہ دکھائیں۔ اور پھر یہ تو ویسے بھی گنوار لوگ ہیں۔ مگر ہم نے سوچا کہ چلو نہ سہی سید۔ ہم مذہب تو ہیں۔ اور اپنے ادھر کے ہیں۔ اور اب ہم لکھنو میں تو ہیں نہیں کہ عالی نسب سید زادے قطار باندھے نظر آئیں۔ کراچی میں تو یہی کچھ ہے۔ یہ ساری باتیں سوچ کر ہم نے ہاں کر دی تھی۔''

''بھابی مجید الحسینی'' آقا حسن نے ٹکڑا لگایا ''تمہاری بھاوج سچ کہہ رہی ہیں۔ ہم اس رشتے سے ایسے مطمئن نہیں تھے۔ مگر سوچا کہ زمانہ کونسا جا رہا ہے۔ لکھنو کے ٹھسے کو بالائے طاق رکھو اور زمانے سے نباہ کرنا سیکھو۔ سو ہم نے یہ رشتہ منظور کر لیا تھا۔ مگر اب ان لوگوں کے تیور ہمیں کچھ اچھے نظر نہیں آ رہے۔ کچھ کنی کاٹ رہے ہیں۔''

''مگر بھین مجو بھائی' انہوں نے زبان دی ہوئی ہے۔ اور خیر تم بیچ میں پڑے ہو۔ ارے سچ پوچھو تو ہم نے تمہارے منہ سے یہ رشتہ قبول کیا تھا۔''

''بھابی' آپ نے جہاں اتنا انتظار کیا اور کرایا ہے وہاں تھوڑا اور۔ میں آج ہی جا کر ان سے پوچھوں گا کہ آخر نیت کیا ہے۔''

''اے مجو بھیا' یہ تم نے کیا بات کہی۔ ہم نے کونسا لمبا انتظار کرایا انتظار تو ہم لکھنو میں ہوتے تو کراتے۔ یہ تمہارے دوست بیٹھے ہیں۔ ان سے پوچھو جب خیر سے' ہمارے گھر ان کے پیام آتے تھے تو اماں حضرت نے دو برس تک تو ہنکارا ہی نہیں بھرا۔ نہ ہاں نہ ناں۔ کہیں تیسرے برس میں جا کر جب کنبہ والوں نے بھی انہیں اونچ نیچ سمجھائی اور لڑکے والوں کی طرف سے اطمینان دلایا تو وہ موم ہوئی تھیں۔''

''خیر وہ زمانہ ان لوگوں کے ساتھ گیا۔'' آقا حسن نے پھر ٹکڑا لگایا ''اب وہ زمانہ ہے کہ لوگ ہتھیلی پہ سرسوں جماتے ہیں۔ آج پیام دیئے کل جواب مانگتے ہیں۔ جواب دینے میں کچھ وقت تو بہر حال ہمیں لینا تھا۔ مگر پھر بھی جلدی ہی جواب دیا۔ اب انہیں کیوں تامل ہے۔''

''بھیں ان سے کہہ دو۔ کہ تم نے شریفوں کی بٹیا کا نام لیا ہے اور زبان دی ہے۔ ہم تمہیں مکرنے نہیں دیں گے۔'' بشو بھابی نے نوٹس دیا۔

KitaabPoint.blogspot.com

''مگر ادھر وہ مکرنے کے لئے بہانہ تلاش کر رہے تھے۔ بلکہ شاید کر بھی لیا تھا۔ توصیف کی باجی اب اونچی ہواؤں میں تھیں۔ ایسی کہ زمین پہ پاؤں نہیں رکھ رہی تھیں۔''

''مجو بھائی خدا لگتی کہنا۔ ان لکھنو والوں نے ہمیں کتنے پھیرے لگوائے۔ ہاں سوچیں گے' ابھی تو ہماری بٹیا پڑھ رہی ہے۔ اس کے امتحان ہو جائیں تو پھر سوچیں گے۔ پڑھنا نہ ہوا شیطان کی آنت ہوگئی۔ پڑھاتے رہیں بٹیا کو۔ ہمیں افلاطون بہو نہیں چاہئے۔ میرے بھیا کو اپنا گھر بسانا ہے' لائبریری تھوڑا ہی کھولنی ہے۔ اور ان کے لکھنو والوں کا ٹھسا الٰہی توبہ..... ہم عالی نسب ہیں۔ ارے کم ذات تو ہم بھی نہیں ہیں۔ رکھیں اپنی عالی نسبی کو اپنے پاس۔''

''وہ تو خیر آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔'' مجو بھائی نے انہیں ٹھنڈا کرنے کو کوشش کی۔ ''لکھنو والے اپنی روایات کے مارے ہوئے ہیں۔ ہمیشہ تامل کر کے جواب دیتے ہیں۔ بہرحال رشتہ انہوں نے منظور کر لیا تھا۔''

''مجو بھائی۔ انصاف کی بات کرو۔ آخر ہم بھی تمہارے کچھ لگتے ہیں۔ رشتہ انہوں نے کب منظور کیا۔ پہلے تو انہوں نے ہمیں منہ ہی نہیں لگایا۔ اور لکھنو والی نے تو ہمارے متعلق یہاں تک کہا کہ یہ میرٹھ کے قینچیوں والے ہیں۔ مگر جب انہوں نے یہ دیکھا کہ لڑکے نے تو مقابلہ کا امتحان پاس کر لیا ہے اور خیر سے بڑا افسر بنے گا۔ پھر ان کے کان میں یہ بھی بھنک پڑ گئی کہ پیلی بھیت والے ہمارے گھر بہت آ جا رہے ہیں تو انہوں نے جھٹ ہاں کر دی۔''

''بہرحال کر تو دی۔''

''اب ہاں کرتے رہیں۔ رات گئی بات گئی۔ ہم ان کی ہاں کے انتظار میں کب تک سوکھتے رہتے۔ ہمارے بھیئے کے لئے لڑکیوں کی کمی تھوڑا ہی ہے۔ اور کمی تو اس وقت ہو جب اس میں کوئی کمی ہو۔ خیر سے اب ضلع کا حاکم بنے گا۔ تھانے چوکی میں اس کا حکم چلے گا۔ اور عادت خصلت جو اس کی ہے وہ تو تم جانو ہی ہو۔ میرا بھیا ہیرا ہے۔ ایسے لڑکے اس زمانے میں ملتے کہاں ہیں۔ ایسے لڑکے کو بھی اگر ٹھکرا دے تو پھر اس کی بیٹی کے لئے عرش کا تارا ہی اترے تو اترے۔ اب بیچارے پیلی بھیت والے بھی تو ہیں۔ کیسی عاجزی سے بات کرتے ہیں۔ اور ایسے ویسے تھوڑا ہی ہیں۔ پیچھے سے رئیس چلے آ رہے ہیں۔ اور بیٹی سلیقہ مند اٹھائی ہے۔ ماں تو باورچی خانے میں قدم بھی نہیں رکھتی۔ سارا پکانا ریندھنا وہی کرتی ہے۔ ماشاءاللہ پورے گھر کو سنبھال رکھا ہے۔ ایک ان کی بٹیا ہے۔ روٹی تک تو پکا نہیں سکتی۔ ایک دن انہوں نے مجھے کھانے پہ روک لیا تھا۔ میں تو اس کے ہاتھ پکائی ہوئی روٹی دیکھ کے حیران رہ گئی۔ کچ لوندے پکا کے رکھ رہے تھے۔''

KitaabPoint.blogspot.com

''اچھا تو باجی آپ نے گویا پہلی بھیت والوں کے ساتھ رشتہ طے کر لیا۔''

''نا بھیا' ابھی طے وے کچھ نہیں ہوا۔ ابھی تو میں انہیں ٹوہ رہی ہوں۔ خوب چھان بین کروں گی۔ ابھی ہمیں کوئی جلدی نہیں ہے۔ نہ اچھی لڑکیاں بھاگی جا رہی ہیں۔ نہ ہمارے لڑکے کی عمر جا رہی ہے۔ ہمارے توصیف کی عمر ابھی ہے ہی کیا۔ اے لو پچھلے سے پچھلے برس میں ہی تو میں نے اس کی مونچھوں کو کونڈا کیا تھا۔ تو میں تو خوب دیکھ بھال کے دلہن لاؤں گی اور دیکھتے رہنا ایسی لاؤں گی کہ میرے بھیئے کے گھر میں اجالا ہو جائے گا۔ اور پھر ایسی کہ میاں کے کہنے میں رہے اور میری خدمت کرے۔ میں بہت تھک گئی ہوں۔ اب تو میں یہ چاہوں ہوں کہ کوئی ایسی آوے کہ میں پلنگ پہ بیٹھی رہوں۔ بس میں ہوں اور میرا پاندان ہو۔ وہ میرا سر دبائے' آگے کھانا لگائے۔''

''ہاں بہت جائز خواہش ہے۔'' مجو بھائی بولے ''میں تو صرف اس نقطہ نظر سے کہہ رہا تھا کہ لڑکی سمجھدار ہے' پڑھی لکھی ہے۔''

ہائے مجو بھائی' ان پڑھی لکھیوں سے تو اللہ بچائے۔ انہوں نے تو گھروں کے بٹوارے کرا دیئے۔ کالج سے یہی تو سیکھ کے نکلتی ہیں۔ ڈولی سے اترتے ہی چھچھوندر چھوڑ دیتی ہیں کہ ہم تو الگ رہیں گے۔ ساس نندیں تو انہیں زہروں بری لگتی ہیں۔ ہمارے بڑے ابا' اللہ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے کہا کریں تھے کہ جس بہو نے ساس کے ستم نہیں سہے سمجھ لو کہ وہ آوارہ ہے۔''

مجو بھائی مسکرائے ''اچھا کلیہ ہے۔''

''اے مجو بھائی' وہ غلط تھوڑا ہی کہویں تھے۔ ویسے ہمارے بڑے ابا ایسے ویسے سسر نہیں تھے۔ ہماری بڑی اماں جتنی نرم تھیں اتنے ہی وہ سخت تھے۔ بڑی اماں کی کیا پوچھو ہو۔ وہ تو اللہ میاں کی گائے تھیں۔ ہماری اماں کو تو وہ بیٹی کی طرح چاہتی تھیں۔ جب وہ بیاہ کے آئی ہیں تو بڑی اماں نے گھر کی چابیاں اور باورچی خانہ ان کے سپرد کر دیا تھا۔ مگر بڑے ابا' ارے انہوں نے تو کبھی ہماری اماں کے ہاتھ کا کھانا نہیں کھایا۔ کہا کریں تھے کہ بہوؤں کا کیا اعتبار۔ کسی بھی دن ساس سسر کو زہر دے دیں۔ ویسے تو معمولی سی بات تھی۔ ابا جی نے کہیں بھولے سے اماں سے یہ کہہ دیا کہ کتنے دن ہو گئے ہم نے پراٹھا نہیں کھایا۔ اماں بیچاری نے اپنی سادگی میں اگلے دن ناشتے پر ابا جی کے لئے پراٹھے پکا دیئے۔ کہیں بڑے ابا کے کان میں یہ بھنک پڑ گئی۔ اچھا تو شوہر کے لئے پراٹھے اور سسر کے لئے خالی چپڑی روٹی۔ پھر تو انہوں نے اماں کے ہاتھ کا پکا کھانا ہی اپنے اوپر حرام کر لیا۔ ابا جی نے کہا' اچھا جیسی آپ کی مرضی۔ اور ان کے لئے الگ ایک باورچن رکھ دی۔ مگر بھیا یہ تو بھلے وقتوں کی باتیں ہیں۔ نئی بہوؤں کے ساتھ ایسا کوئی کر کے دیکھے۔ اگلے دن اخباروں میں خبر چھپ جاوے گی۔ مجو بھائی' بہت برا زمانہ آ گیا ہے۔''

KitaabPoint.blogspot.com

''ہاں'' مجو بھائی نیم دلی سے تائید کرتے ہوئے بولے۔''اب وہ پہلا سا زمانہ تو نہیں رہا۔ یہ نیا زمانہ ہے۔ اس کے نئے طریقے ہیں۔''

''نیا زمانہ۔ ارے چودھویں صدی کہو چودھویں صدی۔ کمبختیں ایسی حرافہ ہووے ہیں کہ آسمان میں تھگلی لگاویں ہیں۔ اور لڑکے ایسے بدھو کہ انہوں نے جدھر ہانک دیا ادھر ہنک گئے۔ اور یہ توصیف یہ تو جورو کے اشاروں پہ ناچے گا۔''

''باجی' مجھے کچھ کہنے کی اجازت ہے۔'' آخر توصیف نے زبان کھولی۔

''ہاں ہاں کہہ جو دل میں ہے وہ کہہ دے۔ مجھے پتہ ہے تو اس پہ لٹو ہے۔''

''میں اس پہ لٹو توبہ توبہ۔''

''ارے باتیں مت بنا۔ مجھے تو نے کیا سمجھا ہے۔ ارے میں تو اڑتی چڑیا کے پر گن لوں۔ اور تیرے تو میں نے پوتڑے دھوئے ہیں۔ تیری تو میں ایک ایک رگ سے واقف ہوں۔ مجو بھائی' سچ جانیو۔ اماں نے تو اسے بس جنا تھا۔ باقی تو اس کا سارا گو موت میں نے کیا تھا۔ گودوں میں اسے کھلا کھلا کے ہلکان ہوگئی۔ بڑا ہونے پہ اس کے لئے پیروں فقیروں کے دروں پہ حاضریاں دیں۔ تعویذ گنڈے کرائے۔ وظیفے پڑھ' آنچل پھیلا پھیلا کے دعائیں کیں کہ محمد و آل محمد کے صدقے میں امتحان میں اول نمبر آوے' ضلع کا حاکم بنے' سو بن گیا۔ مگر اب بہن سے اسے کیا لینا۔ اب تو وہ اس مردار کا کلمہ پڑھے گا۔''

''باجی' کس مردار کا۔''

''ارے جا جا میرا منہ مت کھلوا۔ مگر کان کھول کر سن لے۔ اگر تو نے میری مرضی کے خلاف کر لی تو وہ پٹک پیا ڈالوں گی کہ شہر تراہ تراہ کرے گا۔ ویسے میں آنے والی کا برا نہیں چاہتی۔ اللہ اسے موتیوں میں سفید اور سونے میں پیلا کرے' مگر ایسی بہو کہ ہم برادری میں منہ دکھانے والے بنیں۔ ویسے اچھی لڑکیوں کا اوڑا تھوڑا ہی پڑ گیا ہے۔ میرے اختیار میں ہوا تو انشاء اللہ تعالیٰ بلی کا منہ کالا ایسی لاؤں گی کہ گھر میں اجالا ہو جاوے گا۔ مگر ایک بات کہے دیتی ہوں کہ میں کوے ہنکنی بن کے نہیں رہوں گی۔ آنے والی کو بیشک راج رجانا۔ جتنا اس کا حق ہے اسے ملے' جتنا بہن کا حق ہے اتنا بہن کو ملے۔''

وہ بی بی رواں تھی۔ اور مجو بھائی پریشان کہ اب کیا کیا جائے۔ ان کی ساری محنت اکارت گئی۔ لکھنو اور میرٹھ کے درمیان جو معتبر بننے کا شرف حاصل کیا تھا وہ شرف ہاتھ سے جاتا نظر آ رہا تھا۔ پہلی مرتبہ میں نے ان کی چہرے پر بیزاری کے آثار دیکھے ورنہ ایسے قصے قضیوں میں پڑ کر تو وہ ہمیشہ خوش ہوئے اور سرخرو بن کر نکلے۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ عین اس گھڑی جب باجی اختری گرمی کھاتے

KitaabPoint.blogspot.com

کھاتے نقطہ عروج پہ پہنچ چکی تھیں۔ غازی صاحب آن نازل ہوئے۔ اسی طرح سر پہ سبز عمامہ' بر میں گھٹنوں سے نیچا کرتا' ٹخنوں سے اونچی شلوار' ہاتھ میں گردش کرتی ہوئی تسبیح۔ میں نے پہلی بار انہیں اسی گھر میں کباب پراٹھوں والی دعوت میں دیکھا تھا۔ شاید انہوں نے بھی پہلی ہی بار اس گھر میں قدم رکھا تھا۔ باجی اختری اس وقت ان کی ہیئت دیکھ کر صرف مرعوب ہوئی تھیں۔ عقیدت منداس وقت ہوئیں جب توصیف کے سی ایس پی کے امتحان میں کامیابی کی خبر آئی۔ تب انہیں احساس ہوا کہ اصل میں یہ گھر میں غازی صاحب کے قدموں کی برکت سے ہوا کہ توصیف کو از غیبی افسری مل گئی۔ وہ خود تو ان کی عقیدت مند بنی ہی تھیں مگر اس کوشش میں رہتی تھیں کہ دوسرے بھی ان کے عقیدت مند بن جائیں۔ پتہ نہیں مجھ میں ایک عقید تمند بننے کے آثار انہیں کیسے نظر آئے ایک روز کہنے لگیں

''اے بھیا جواد' تم غازی صاحب سے رجوع کیوں نہیں کرتے۔''

میں نے حیران ہو کر انہیں دیکھا ''کس سلسلہ میں؟''

''مجھے تم بہت پریشان نظر آتے ہو۔ غازی صاحب تعویذ گنڈے کے تو قائل نہیں ہیں' مگر دعا کے قائل ہیں۔ پانی پہ ایسی دعا پڑھتے ہیں کہ اسے پینے سے ساری پریشانیاں دور ہو جاوے ہیں۔ سچی بات ہے ہمارے دلدر تو غازی صاحب کی دعا ہی سے دور ہوئے ہیں۔ توصیف کی مثال تمہارے سامنے ہے۔ کسے امید تھی کہ وہ مقابلہ کے امتحان میں پاس ہوگا۔ اصل میں غازی صاحب سے اپنے لئے دعا کراؤ۔''

''مگر مجھے تو کسی قسم کی پریشانی نہیں ہے۔''

''اے ہے اس میں چھپانے کی کیا بات ہے۔ پریشانیاں تو آدمی کے ساتھ ہیں۔ اور تمہاری تو صورت بتا رہی ہے۔ کہ تم آج کل بہت پریشان ہو۔''

''یہ آپ کا خیال ہے۔''

''اچھا بھیا' تم سچے میں جھوٹی۔ بھیا شک مت کرنا۔ میں کسی کے برے میں نہیں ہوں۔ سب کے ساتھ اب تک نیکی ہی کی ہے۔ کوئی نہ مانے یہ اور بات ہے۔ اب بھی کوئی مانے یا نہ مانے میں ہر ایک کو بتا دیتی ہوں کہ غازی صاحب کی دعا میں بہت اثر ہے۔ اور کتنوں کو میں نے ان سے پانی پڑھوا کے دیا ہے۔ جسے بھی دیا وہ غازی صاحب کا کلمہ پڑھنے لگا۔ تو بھیا میں نے تمہارے بھلے ہی کی کہی تھی۔''

خیر یہ ذکر تو بیچ میں نکل آیا۔ میں کہہ یہ رہا تھا کہ اس وقت غازی صاحب سچ مچ فرشتہ رحمت بن کر نازل ہوئے۔ باجی اختری جو

KitaabPoint.blogspot.com

دریا کی مثال رواں تھیں تھم گئیں۔ مجو بھائی کو بھی سانس لینے کا موقعہ ملا۔ وہ فوراً ہی غازی صاحب سے مخاطب ہو گئے۔ ''قبلہ غازی صاحب آپ کی تحریک اب کس مرحلہ میں ہے۔''

غازی صاحب نے ٹھنڈا سانس بھرا ''عزیز کیا پوچھتے ہو۔ مسلمانوں کا جذبہ جہاد سرد پڑ چکا ہے۔ ذرا غور فرمایئے کہ پاکستان کی آبادی کتنی ہے۔ چھوٹا ملک تو نہیں ہے۔ مسلمانوں کی آبادی یہاں کروڑوں میں ہے۔ مگر مجھے ابھی تک تین سو تیرہ مسلمان دستیاب نہیں ہوئے ہیں۔ خدا کی شان خلقت اتنی۔ اور سب کلمہ گو' مگر مسلمان ندارد۔ میری دیوانگی تین سو تیرہ مسلمانوں کو پکار رہی ہے۔ مگر تین سو تیرہ مسلمان اس کرہ ارض پر اب ہیں کہاں۔''

''ہاں ہے تو افسوس کی بات۔'' مجو بھائی کہنے لگے ''مگر قبلہ آخر اتنی خلقت جو پاکستان میں بسی ہوئی ہے اور کراچی میں امنڈی پڑ رہی ہے وہ مسلمانوں ہی کی ہے۔ آپ کی تحریک کی طرف وہ مائل نہ ہوں یہ اور بات ہے۔''

''میرے عزیز' آپ انہیں مسلمان کہتے ہیں۔ مجھے تو ان میں کوئی مسلمان نظر نہیں آتا۔ سیرت تو جانے دیجئے وہ تو صورت سے بھی مسلمان نظر نہیں آتے۔ ڈاڑھی مونچھیں صاف' شرعی لباس ندارد' وہی عیسائیوں والا لباس' ٹائی کوٹ' پتلون' میں تو سوچتا ہوں اور ساتھ میں افسوس کرتا ہوں کہ اس بدانجام خلقت کی روز محشر شناخت کیسے ہوگی۔ بالفرض محال شناخت ہو گئی۔ مگر اس سے بھی بڑا سوال نماز کا ہے۔''

روز محشر کہ جاں گداز بود اولیں پرسش نماز بود ذرا سوچو کہ ان میں کتنے لوگ ہوں گے جو باقاعدگی سے پانچوں وقت کی نماز پڑھتے ہوں۔

تجھے نماز کی فرصت نہیں تعجب ہے

اور نماز پڑھنے والوں میں کتنے ایسے ہیں جن کی نماز واقعی نماز ہوتی ہے۔ عزیز انصاف کرو اور ہمیں بتاؤ۔''

''آپ صحیح فرماتے ہیں قبلہ۔''

''میں تو ایک سیدھی سی بات جانتا ہوں کہ اگر یہ لوگ واقعی مسلمان ہوتے تو پھر ایٹم بم ان کے پاس ہوتا' اغیار کے پاس نہ ہوتا۔'' رکے۔ پھر بولے ''غضب خدا کا نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاک کاشغر کلمہ گو ہی کلمہ گو۔ مگر سینے سوز دروں سے خالی' دل گداز سے عاری' روحیں ویران' کیا انجام ہوگا ان لوگوں کا۔ میرے عزیز' میں غلط کہہ رہا ہوں۔''

''آپ بجا فرما رہے ہیں۔'' مجو بھائی نے پھر تائید میں سر ہلایا۔

KitaabPoint.blogspot.com

''خیر جتنے بھی مسلمان نوجوان میری تحریک میں شامل ہوئے ہیں۔''

وہ ماشاءاللہ سب صاحب ایمان ہیں' دلوں میں جذبے کی حرارت ہے۔ میں نے انہیں ایک ہی درس دیا ہے۔ کہ اے نونہالان اسلام اور اے فرزندان توحید' بس یہ سمجھ لو کہ یہ جو زندگی تمہیں ملی ہے وہ تمہاری نہیں ہے۔ یہ تمہارے پاس بطور امانت ہے۔ امانت میں خیانت جائز نہیں ہے۔ جس کی امانت ہے اس کو جلد سے جلد یہ امانت لوٹا دینی ہے۔ سو شہادت کے لئے تیار رہو۔ اور میرے عزیز مجو بھائی' یقین جانو وہ تیار ہیں۔ سر بکف پھرتے ہیں۔ جوش جہاد سے ابلے پڑتے ہیں۔ مگر غافل مسلمانوں پر حیف ہے۔ میں چلا رہا ہوں وہ سرسوں کا تیل کانوں میں ڈالے بیٹھے ہیں۔ مگر میں نے غلط کہا۔ یہ مسلمان ہیں کہاں۔ اگر مسلمان ہونے کا دعویٰ ہے تو میرے سامنے آئے۔ میں اسے بتاؤں گا کہ مسلمان ہونے کے معنی کیا ہیں۔ میرے عزیز مجو بھائی' میرے رضا کار بیتاب ہو کر مجھ سے پوچھتے ہیں۔ کہ اگر یہ لوگ کافر ہیں تو انہیں ہماری صفوں میں گھسے رہنے کی اجازت کس نے دی ہے۔ اور انہیں زندہ رہنے کا کیا حق ہے۔ میں انہیں سمجھاتا ہوں کہ اے جواناں اسلام' تحمل سے کام لو۔ وقت آئے گا کہ ہم ان سے باز پرس کریں گے۔ وہ کسمکسا کر رہ جاتے ہیں۔ مگر میرے عزیز مجو بھائی' میں کب تک ان کی اس گزارش سے اغماض برت سکتا ہوں۔ آخر مجھے بھی حشر میں جواب دینا ہے۔ جب اس عاصی پر معاصی سے پوچھا جائے گا کہ اے عطاء اللہ' تو نے نام نہاد مسلمانوں کو راہ حق سے منحرف ہوتے دیکھا اور خاموش رہا۔ تو میرے بدن میں رعشہ آ جاتا ہے' مجھ پر رقت طاری ہو جاتی ہے۔'' اور سچ مچ غازی صاحب پہ رقت طاری ہو گئی۔

غازی صاحب کو گریہ کرتے دیکھ کر باجی اختری پہ بھی رقت طاری ہو گئی۔ انہوں نے دوپٹے کا آنچل منہ پہ رکھ لیا۔ توصیف ہڑبڑا کر اٹھا اور پانی کا گلاس لے کے آیا ''قبلہ پانی پیجئے۔''

میں نے مجو بھائی کی طرف ہراساں نظروں سے دیکھا۔ وہ جیسے اشارے کے منتظر ہی ہوں۔ فوراً ہی اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کی معذرت کو باجی اختری اور توصیف نے بے توجہی سے سنا۔ ٹھہرنے پر ذرا اصرار کیا ہو۔

ہم باہر نکلے تو کیا دیکھتے ہیں کہ دروازے پر پجارو کھڑی ہے۔ اندر کلاشنکوف بردار رضا کار بیٹھے ہیں جنہوں نے ہمیں شک بھری غصیلی نظروں سے دیکھا۔

''مجو بھائی۔'' میں آہستہ سے کہا ''یہ کیا چکر ہے۔''

''خاموش۔'' مجو بھائی نے آہستہ سے کہا۔ ''یہ غازی صاحب کا محافظ دستہ ہے۔''

محافظ دستہ؟ میں چکرایا۔ غازی صاحب کو محافظ دستے کی کیا ضرورت پیش آ گئی۔ مگر مجو بھائی میری کسی بات کا جواب دینے کے

KitaabPoint.blogspot.com

لئے تیار نہیں تھے۔

گھر میں قدم رکھا ہی تھا کہ رفیق صاحب آن وارد ہوئے۔ ''ارے جواد صاحب' صاحب' آپ آ گئے۔'' وہ مجھے دیکھ کر حیران ہوئے۔ ''میں سمجھ رہا تھا آپ لمبا وقت گزار کر آئیں گے۔''

''سن رہے ہو جواد میاں' رفیق صاحب کیا کہہ رہے ہیں۔ وہی جو میں کہہ رہا تھا۔'' اور پھر مجو بھائی رفیق صاحب سے مخاطب ہوئے۔ ''رفیق صاحب اگر آپ کہتے ہیں تو ہم مانے لیتے ہیں۔ ویسے مجھے یوں لگ رہا ہے کہ جواد میاں ابھی واپس نہیں آئے ہیں۔''

رفیق صاحب نے قہقہہ لگایا۔ ''مگر مجو بھائی' اس میں جواد صاحب کی کیا تخصیص ہے۔ ہم نے تو کراچی کے ہر دوست کا معاملہ یہی دیکھا ہے۔ واپس آتے ہیں مگر پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابھی واپس نہیں آئے۔''

میں بات کو ٹال گیا تھا مگر پھر اچانک مجھے جھرجھری آئی۔ میں نے کہا ''آپ دونوں حضرات ممکن ہے ٹھیک ہی کہہ رہے ہوں کہ میں ابھی واپس نہیں آیا ہوں۔ مگر میرا احساس دوسرا ہے۔ میں واپس تو آ گیا ہوں۔ مگر لگتا یہ ہے کہ جس شہر سے گیا تھا یہ وہ شہر نہیں ہے۔ کوئی اور ہی شہر ہے۔''

''کاش یہ کوئی اور شہر ہوتا۔'' رفیق صاحب نے ٹکڑا لگایا۔

''پتہ نہیں۔'' میں نے کہا ''مجھے لگتا ہے کہ میں کسی اور شہر میں آ گیا ہوں۔ جیسے کوئی داستانی شہر ہو۔''

''اور جیسے تم حاتم طائی ہو۔'' مجو بھائی نے ٹکڑا لگایا جسے رفیق صاحب کے قہقہہ نے مزید دھاردار بنا دیا۔

میں بس سمجھو کہ جل بھن کر کباب ہو گیا۔ فوراً جواب دیا ''میں تو خیر حاتم طائی نہیں ہوں۔ کیسے بن سکتا ہوں۔ ایسے کردار اس عہد کے نصیبے میں کہاں ہیں۔ یہ شہر البتہ شہر ندا بن چکا ہے۔''

رفیق صاحب ہنستے ہنستے سنجیدہ ہو گئے۔ ''جواد صاحب' یہ بات آپ نے بہت صحیح کہی۔'' چپ ہوئے پھر سوچتے ہوئے بولے ''ہم سب ہی اپنی اپنی باری کا انتظار کر رہے ہیں جانے کب کوہ ندا سے کس کی پکار آ جائے۔''

مجو بھائی نے رفیق صاحب کو گھور کے دیکھا۔ ''آ گئے جواد کے پھندے میں۔ تمہیں داستان کے پالے میں لا کر مارا ہے۔ مجھے تاریخ کی مار مار رہا ہے۔''

''پھر مجو بھائی آپ مارے گئے۔ داستان میں تو بھاگنے کے راستے بہت سے ہوتے ہیں۔ مگر تاریخ آدمی کو بھاگنے نہیں دیتی۔''

''تاریخ برحق۔ مگر سوال یہ ہے کہ آپ اس میں سے نکالتے کیا ہیں۔''

KitaabPoint.blogspot.com

''جواد صاحب نے کیا نکالا۔'' رفیق صاحب مسکرائے۔

''ابھی تک تو کھور کا پیڑ ہی اس میں سے برآمد کیا ہے۔''

رفیق صاحب نے قہقہہ لگایا ''مجو بھائی' آپ کی تاریخ میں جو ہے وہ ہی اس میں سے برآمد ہوگا۔ جواد صاحب اپنی گرہ میں سے تو اس میں کچھ نہیں ڈالیں گے۔'' رک کر ''ویسے مجو بھائی' میں یہ سوچ رہا ہوں کہ پاکستان کی تاریخ کو کھنگالا گیا تو اس سے کیا برآمد ہو گا۔''

''پاکستان کی تاریخ' یار اسے بننے تو دو۔ جمعہ جمعہ آٹھ دن' ابھی اس میں سے کیا برآمد ہونا ہے۔''

''ایسی بات تو نہیں ہے مجو بھائی۔ اس مختصر تاریخ سے بھی کام کی دو چیزیں تو آسانی سے برآمد ہو سکتی ہیں۔''

''وہ کیا ہیں؟''

''مشاعرے اور کلاشنکوف۔''

مجو بھائی اور رفیق صاحب دونوں ہی اس پر جی بھر کر ہنسے۔

''اچھا چائے پلواؤ گے یا پھر چلوں۔''

''لو ہم تمہیں جانے دیں گے۔'' اور مجو بھائی نے فوراً نعمت خاں کو پکارا ''یار نعمت خاں۔''

نعمت خاں لپک جھپک آیا ''جی؟''

''یار کچھ چائے وائے بناؤ۔ دیکھ نہیں رہے ہو رفیق صاحب آئے بیٹھے ہیں۔''

یہ اس دن کا ذکر ہے ہماری سوسائٹی والوں نے ٹائر جلانے کا ریکارڈ قائم کیا تھا پورا علاقہ دھوئیں سے اٹ گیا۔ دھوئیں سے اور نعروں کے شور سے۔ ویسے دن تو معمول کے مطابق ہی چڑھا تھا' بالکل معمول کے مطابق۔ سرہانے میز پر رکھی گھڑی کے الارم سے میری آنکھ کھلی۔ فوراً ہی کہیں دور سے مرغے کی بانگ سنائی دی۔ ساتھ میں چڑیوں کا میٹھا میٹھا شور۔ روز کی عادت کے مطابق میں کتنی دیر تک بستر میں پڑا کروٹیں بدلتا رہا۔ جاگ جانے پر بھی کتنی مرتبہ آنکھ لگی اور کھلی۔ آخر ہمت باندھ کر ایک دم سے بستر سے اٹھا ور سیدھا باتھ روم میں۔

پھر وہی روز کا وظیفہ۔ اخبار' شیو' غسل' ناشتہ' اخبار میں کونسی ایسی خبر تھی کہ میں اس میں غرق رہتا۔ وہی معمول کی خبریں' ڈاکے' قتل'

KitaabPoint.blogspot.com

اغوا' گینگ ریپ' فلاں علاقہ میں ایک موٹر چھین لی گئی۔ فلاں بینک پر کلاشنکوف برداروں کے ایک ٹولے نے دھاوا بولا' مزاحمت کرنے والے چوکیدار کو گولی ماری اور چالیس لاکھ کی رقم لے کر فرار ہو گئے۔ چوبیس گھنٹوں کے اندر اندر ڈاکوؤں کو گرفتار کرنے کا حکم۔ فلاں شاہراہ سے فلاں صنعت کار کا اغوا۔ پچاس لاکھ تاوان کا مطالبہ' وغیرہ وغیرہ۔

ناشتہ سیدھا سادھا روز والا۔ وہی دودھ میں اور مجو بھائی۔ ڈائننگ ٹیبل پر مختصر گفتگو آپس میں کم نعمت خان سے زیادہ کہ گھڑی گھڑی لپک جھپک آتا' کبھی گرم گرم توس لے کر' کبھی چائے کی کیتلی اٹھائے' میز پر رکھا اسی طرح..... لپک جھپک واپس ہو لیتا۔ ناشتہ کے بعد سگریٹ کا ایک دور اور اس کے ساتھ اخبار کی ورق گردانی۔ ہاں آج سگریٹ اور اخبار کا دور ذرا لمبا کھنچ گیا تھا۔ مجو بھائی نے اس پر مجھے ٹوکا بھی تھا۔

''یار' آج تم بڑے اطمینان سے بیٹھے ہو۔ تمہارے بینک کی گاڑی ابھی تک نہیں آئی ہے۔ کیا آج دفتر جانا نہیں ہے۔''

''مجھے تمہارے دفتر کی نہیں' اپنی فکر ہے۔ سوچا تھا کہ تمہارے ساتھ ہی نکل لوں گا۔''

''بالکل ٹھیک سوچا۔ مگر آپ کو کونسا ڈیوٹی پہ جانا ہوتا ہے۔ ذرا دیر بھی ہو جائے گی تو کیا فرق پڑے گا۔''

''مگر تمہیں تو ڈیوٹی پہ جانا ہوتا ہے۔''

''یہی تو بوریت ہے۔ میں اکتا گیا ہوں اس روز کی ہیڑ دبڑ سے۔ مجو بھائی' آپ مزے میں ہیں۔ نہ کوئی پابندی نہ کوئی چنتا۔ راوی چین ہی چین لکھتا ہے۔ میں آپ پہ رشک کرتا ہوں۔ آئیڈیل زندگی ہے۔''

''پیارے' اس کے لئے قیمت ادا کرنی پڑتی ہے۔''

''قیمت تو مجو بھائی یوں بھی ادا کرنی پڑتی ہے۔ مجھے دیکھتے نہیں گھن چکر بنا رہتا ہوں۔ بینک کی نوکری۔ مت پوچھو' آدمی کا پلیتھن نکل جاتا ہے۔''

''یار جانے بھی دیا کرو۔ اچھا کام کی بات کرو۔ گاڑی کتنی دیر میں آ رہی ہے۔''

''اصل میں کل میں بہت پیا ہوں۔ میں نے سوچا کہ آج تھوڑے آرام کے ساتھ نکلیں۔ تو میں نے دفتر میں کہہ دیا تھا کہ صبح گاڑی بھیجنا۔ ساڑھے دس گیارہ کے لگ بھگ۔''

''پیارے تم نوکری نہیں کرتے' بادشاہی کرتے ہو۔''

''مجو بھائی' میں چھوڑنے لگا ہوں اس نوکری کو۔''

KitaabPoint.blogspot.com

''وجہ؟''

''بہت پداتے ہیں۔''

''اگلا نہیں پدائے گا؟''

''کچھ منہ کا مزہ بدلے گا۔ وہی ایک روٹین' حد ہوتی ہے۔ آدمی نہ ہوا کولہو کا بیل ہو گیا۔''

''جواد میاں۔'' مجو بھائی نے سگریٹ کا لمبا کش لیا ''بیویاں اور ملازمتیں کرنے اور چھوڑنے کی ایک عمر ہوتی ہے۔ تمہاری وہ عمر گزر چکی ہے۔ اس عمر میں شرفا کا طور یہ دیکھا گیا ہے کہ بیوی جس قماش کی بھی ہو اور ملازمت جیسی بھی ہو اس کے ساتھ نباہ کرتے ہیں۔''

''پہلی بات کا تو خیر بندے پر اطلاق ہی نہیں ہوتا۔ دوسری کے متعلق کبھی سوچا ہی نہیں۔ بیوی سے فراغت ہمیں اللہ نے دلائی۔ باقی رہ گیا ملازمت کے سلسلہ میں آپ کا فلسفہ تو اسے قبول کرنے میں بندے کو تھوڑا تامل ہے۔''

ابھی میں نے اپنی بات پوری بھی نہیں کی تھی کہ باہر سے ایک شور اور شور کے ساتھ نعروں کی آوازیں سنائی دیں۔ مجو بھائی لپک کر کھڑکی پہ گئے۔ جھانک کر باہر نظر دوڑائی' پھر فوراً ہی پلٹے اور تیزی سے نیچے اتر گئے۔ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ محلہ میں پتہ بھی کھڑکتا تو مجو بھائی کے کان کھڑے ہو جاتے۔ کسی کی نکسیر بھی پھوٹ جاتی تو ان کے لئے ایک واقعہ ہوتی۔ سو میں نے ان کی نقل و حرکت کو اپنی طرف سے یکسر نظر انداز کر دیا' یہ سوچ کر کہ یہ روزمرہ والی نعرہ باری ہے اور مجو بھائی بیچارے اپنی فطرت سے مجبور ہیں۔ پھر اخبار میں غرق ہو گیا۔ مگر کہاں غرق ہوا۔ مجو بھائی جلدی ہی گھبرائے گھبرائے واپس آئے۔

''لو بھئی' بھائی لوگ پھر شروع ہو گئے۔''

''کیسے؟'' میں نے مجو بھائی کی گھبراہٹ سے مطلق اثر قبول نہیں کیا تھا مگر جب انہوں نے اتنی سنجیدگی سے اطلاع دی تھی تو پوچھنا تو تھا۔

''محلہ کا ایک جوان نقاب پوشوں کی زد میں آ گیا۔ شریف تھا نہیں۔ تم نے تو اسے کاہے کو دیکھا ہو گا۔ اچھا جوان تھا۔ پچھلے کرفیو میں اس نے بہت پہرے دیے تھے۔ غریب کو گولی لگ گئی۔ ہسپتال لے گئے ہیں۔ دیکھو کیا ہوتا ہے۔''

مجو بھائی نے ٹھیک کہا۔ شریف کون تھا' کیسا جوان تھا' مجھے کیا پتہ۔ ہر طرح کی اور ہر آدم کی خبر تو مجو بھائی کو رہتی تھی۔ محلہ کا بچہ بچہ انہیں جانتا تھا۔ بچے بچے کو وہ جانتے تھے۔ میں تو اجنبی کی مثال رہتا تھا۔ محلہ میں ڈھائی تین شریف آدمی پہچانتے بھی تھے تو میری

KitaabPoint.blogspot.com

دانست میں مجو بھائی ہی کے واسطے سے پہچانتے تھے۔ آدمی جہاں برس برس سے رہ رہا ہو وہاں اتنا اجنبی ہو۔ مگر میں تو تھا۔ آدمی اگر ہمسایوں کے قصے قضیوں میں سرے سے دلچسپی ہی نہ لے تو اسے کون پہچانے گا۔ ایسے آدمی کو اجنبی تو ہونا ہی ہوتا ہے۔ اب یوں دیکھئے کہ مجو بھائی نے شور سنا اور فوراً ہی جو بھی ہنگامہ تھا اس میں اپنی ساری جذباتیت کے ساتھ شامل ہو گئے۔ میں تھا کہ مجھ پر کسی بات کا کوئی اثر ہی نہیں ہو رہا تھا۔ مجو بھائی نے کس جذباتی انداز میں جوان کو گولی لگنے کی خبر سنائی تھی۔ مجھ پہ ذرا جو اثر ہوا ہو۔ ''اچھا'' میں نے کسی قدر بے تعلقی سے کہا اور چپ ہو گیا۔

''خلقت عباسی شہید ہسپتال پر امنڈی ہوئی ہے لوگوں کی آنکھوں میں خون اترا ہوا ہے۔ اس وقت بھی قابو سے باہر ہیں۔ اگر وہ مر گیا تو پھر حالات بہت بگڑ جائیں گے۔''

میں نے جواب میں ایک لمبی سی ہوں کی اور پھر اخبار میں غرق ہو گیا۔ جانے کتنی دیر تک اخبار پڑھتا رہا۔ مجو بھائی بھی میری بے حسی دیکھ کر ادھر ادھر ہو گئے۔ اخبار پڑھتے پڑھتے میں اچانک چونکا۔ ہڑبڑا کر کلائی پر بندھی گھڑی دیکھی۔ اور فوراً ہی اخبار رکھ دیا۔ ''وقت تو ہو گیا۔ گاڑی کو اب تک آ جانا چاہئے تھا۔ بندہ خدا کہاں رہ گیا۔'' پھر مجھے خیال آیا کہ جمال دین کی تو یہ عادت ہے۔ کبھی وقت پر نہیں پہنچتا۔ پھر کوئی الٹا سیدھا بہانہ بنا دے گا۔

نعمت خاں سودے سے لدا پھندا داخل ہوا۔ اس کے چہرے پہ ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ ''لو جی بازار تو بند ہو گیا۔ میں نے بڑی مشکل سے سودا خریدا ہے۔''

''اچھا؟'' مجو بھائی نے تشویش بھرے لہجہ میں کہا ''اور شریف کے متعلق کچھ خبر ملی۔''

''وہ تو جی دم توڑ گیا۔''

''اللہ رحم کرے۔'' مجو بھائی کی تشویش اور بڑھ گئی۔ وہ کچھ کہنے لگے تھے کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔

میں نے فون اٹھایا ''ہیلو۔ جمال دین تم کہاں ہو۔ میں یہاں انتظار کر رہا ہوں..... اچھا؟..... ٹائر جل رہے ہیں تو جلنے دو۔ تم بچ بچا کر نکل آؤ..... اچھا..... تو کوئی صورت نہیں ہے یہاں پہنچنے کی..... ہوں..... ہوں..... ہوں..... اچھا تو پھر تم واپس جاؤ۔ میں فون پر کسی وقت بات کروں گا دفتر سے۔''

فون بند کیا۔ ''لیجئے اپنی گاڑی تو اب نہیں آئے گی۔ مین روڈ بلاکڈ ہے۔''

''کیا بتاتا ہے جمال دین۔''

KitaabPoint.blogspot.com

''کہتا ہے کہ مین روڈ پر جا بجا ٹائر جل رہے ہیں اور آتی جاتی کاروں کے شیشے ٹوٹ رہے ہیں۔ ایک بس کو آگ لگادی ہے۔''

''اس کا مطلب یہ ہے کہ کام شروع ہو گیا۔'' یہ کہتے کہتے مجو بھائی نعمت خاں سے مخاطب ہوئے ''اماں نعمت خاں گھر میں دودھ وودھ بھی ہے۔''

''ہاں جی لے آیا ہوں۔ سبزی ترکاری بھی خرید لی ہے۔ گوشت بھی کئی دن کے لئے رکھ لیا ہے۔''

''گوشت اور سبزی ترکاری اپنا مسئلہ نہیں ہیں۔ دال کھا کر بھی وقت گزارا جا سکتا ہے۔ ایسے دنوں میں جب گھر میں مقید ہونا پڑے تو ایک چائے کا انتظام معقول ہونا چاہئے اور سگریٹ کی سپلائی پوری ہونی چاہئے۔ پھر بیشک باہر کچھ ہوتا رہے۔'' یہ کہتے کہتے مجو بھائی کھڑے ہو گئے۔ ''جا کر دیکھتا ہوں کہ حالات کیا ہیں۔''

''آپ کے جانے سے حالات میں کوئی فرق پڑ جائے گا۔''

''فرق تو کوئی نہیں پڑے گا۔ مگر آدمی کو حالات سے باخبر تو رہنا چاہئے۔ کم از کم بے خبری میں تو نہ مارے جائیں۔'' مجو بھائی نے کتنے تحمل کے ساتھ جواب دیا۔ میرے طنزیہ لہجہ سے ان کے لہجہ میں کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔ رکے' پھر سوچتے ہوئے بولے۔ ''ویسے تو سگریٹ موجود ہیں۔ پھر بھی اگر کوئی دکان کھلی ہو تو کچھ اور پیکٹ خرید لئے جائیں۔ حالات کا کوئی پتہ نہیں ہے۔'' یہ کہا اور تیزی سے سیڑھیاں اتر کر باہر نکل گئے۔

نعمت خاں جہاں کا تہاں پریشان کھڑا رہا۔ پھر باورچی خانے میں چلا گیا۔ ادھر باہر ایک شور مچا ہوا تھا۔ لاؤڈ سپیکر پر اونچی غصیلی آوازوں میں پتہ نہیں کیا کیا کچھ کہا جا رہا تھا۔ میں اٹھ کر کھڑکی کے پاس گیا۔ خیال تھا کہ جھانک باہر دیکھا جائے کہ کیا ہو رہا ہے اور کیا کیا جا رہا ہے۔ مگر فائدہ؟ بس بیزاری کی ایک لہر آئی۔ اور میں نے باہر جھانکے بغیر کھڑکی بند کی اور واپس کرسی پر آ بیٹھا۔

کھڑکی بند ہو گئی تھی' مگر شور پھر بھی سنائی دے رہا تھا۔ میں اس شور سے جذباتی طور پر بالکل بے تعلق تھا۔ اس کے باوجود بے تعلق نہیں رہ سکتا تھا۔ کتنی دیر تک کسی قدر پریشان بیٹھا رہا۔ کرنے کو جو کچھ نہیں تھا۔ اخبار جب تک پڑھتا رہا' باہر کے شور کا احساس ہی نہیں ہوا۔ رات جو رسالہ پڑھتے پڑھتے بیچ میں چھوڑ دیا تھا۔ اسے اٹھایا اور باقی کے مضامین پڑھنے کی نیت باندھی۔ مگر جلدی ہی اکھڑ گیا۔ یکسوئی جو حاصل نہیں تھی۔ پھر کیا کیا جائے۔ دفتر تو اب جانا نہیں ہے۔ خیال آیا کہ چلو کمرے کی صفائی کرتے ہیں۔ کتنے دن سے کمرہ نیچے کا اوپر اور اوپر کا نیچے ہو رہا ہے۔ اور کتابیں یا اللہ ان پہ کتنی گرد جم گئی ہے۔ اس گھڑی مجھے عشرت کا سرسری سا خیال آیا۔ گھر میں اس کی وجہ سے ایک قرینہ تھا۔ اس کے ہوتے ہوئے مجال تھی کہ کوئی چیز اپنی جگہ سے بے جگہ ہو جائے۔ گھر روشن روشن نظر آتا تھا۔ اس